شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

شورش کاشمیریؒ...... کچھ بھولی بسری باتیں

ایوب خان کا دور تھا۔ مال روڈ لاہور کے پی این آر سنٹر میں حضرت زینب بنت زہرا (رضی اللہ عنہا) کی یاد میں ، جناب مظفر علی شمسی نے مختلف مکاتب فکر کے علماء کو دعوت دی۔ ان میں سید امیر الدین قدوائی، کوثر نیازی، مسلم بی اے کے علاوہ آغا شورش کاشمیری بھی مدعو تھے۔ صدارت اس دور کے وزیر قانون کی تھی۔ آغا صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور یوں تقریر کا آغاز کیا:

''مصر کے بازار میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کا چرچا تھا۔ بڑے بڑے امیر و رئیس، زر و جواہر کے ساتھ براجمان تھے کہ یوسف (علیہ السلام) کو خریدیں گے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان امراء کے درمیان بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس ایک بڑھیا بیٹھی ہے اور اس کا کل سرمایہ جَو کے چند دانے ہیں، جن کے عوض وہ بھی یوسف (علیہ السلام) کی خریداری کا دعویٰ کر رہی ہے۔ ایک شخص نے اس بڑھیا سے سوال کیا۔ مائی! جہاں اتنے بڑے بڑے امیر و کبیر جواہرات لے کر آئے ہوئے ہیں، تو ان کے مقابلے میں جَو کے چند دانوں کے عوض حضرت یوسف (علیہ السلام) کو کیسے خریدے گی؟ بوڑھی خاتون نے جواب دیا۔ ''بیٹا! یہ مجھے بھی پتہ ہے کہ میں جَو کے چند دانوں کے عوض یوسف (علیہ السلام) کو نہیں خرید سکتی۔ میں تو صرف اس کے خریداروں میں اپنا نام لکھوانے آئی ہوں۔ بعینہٖ حضرت زینب بنت زہرا رضی اللہ عنہا کی تعریف تو مسلم بی اے، کوثر نیازی، امیر الدین قدوائی اور مظفر علی شمسی بیان کریں گے، میں تو ان کے مدح خوانوں میں اپنا نام لکھوانے آیا ہوں''۔

یہ کہہ کر آغا صاحب نے حضرت زینب بنت زہرا رضی اللہ عنہا کے خصائل حمیدہ اپنے تپے تلے الفاظ اور مخصوص انداز میں بیان کرنا شروع کئے۔ چلتے چلتے نگاہِ عقاب، صدر جلسہ پر پڑی۔ آغا صاحب بے اختیار ہنس پڑے...... سامعین بھی ہنسنے لگے۔ پریس ایکٹ نیا نیا نافذ ہوا تھا۔ آغا صاحب گویا ہوئے:

''دراصل میں جب گھر سے چلا تھا تو میرے ذہن میں خیالات کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا کہ جلسہ میں سرکار کے آدمی بھی آ رہے ہیں۔ میرا پرچہ تو شاید حکام والا تک نہ پہنچتا ہو...... جلسے میں جو بات کہوں گا، گورنر ہاؤس پہنچ جائے گی۔ مگر کیا کیا جائے، یہ پابندیاں، زباں بندیاں، اور نہ جانے کون کون سی زنجیریں ہیں کہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا''...... پھر تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمایا...... ''مگر سب سے بڑا جہاد کسی عالم اور جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے''۔ یہ جملہ کہہ کر آغا صاحب جو شروع ہوئے بس وہ دیکھنے اور سننے کی چیز تھی۔ پریس ایکٹ تھا...... حکومت تھی اور آغا صاحب تھے......! اپنی تقریر کا اختتام آغا صاحب نے اس رباعی پر کیا۔

ہم قلم احباب، شورش! مضطرب ہوتے ہیں کیوں
ماضیٔ مرحوم میں بھی یہ ستم ہوتے رہے
راست گفتاری پہ شاعر کی زباں کٹتی رہی
ہاتھ سچی بات لکھنے پر قلم ہوتے رہے

آغا صاحب تقریر ختم کرنے کے بعد سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ آخری خطاب جنابِ صدر کا تھا۔ موٹی گردن والے ،کالے بھجنگ وزیر قانون نے اپنا خطاب شروع کیا:

'' پیشتر اس کے کہ میں آج کے موضوع پر اپنی معروضات شروع کروں۔ آغا صاحب سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ آغا صاحب! پریس ایکٹ ہر ایک کے لیے نہیں ہے۔ پریس ایکٹ اُن کے لیے ہے جو ملک میں انتشار کی بات کرتے ہیں ۔ آپ تو بہت اچھا لکھنے والے ہیں۔ میں آپ کا '' چٹان'' مستقل پڑھتا ہوں اور بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ آپ پر کوئی قدغن نہیں ہے...........''

جلسہ ختم ہوا۔ آغا صاحب بی این آر سنٹر کی سیڑھیاں اترنے کے بعد نیچے پٹرول پمپ، جہاں آج کل ایک چھوٹی سی پہاڑی بنادی گئی ہے، کے قریب اپنی ہلکے رنگ کی سبز کار کے پاس، اپنے دوست منیر کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ کسی ساتھی نے کہا: '' آغا صاحب! وزیر قانون، آپ سے بہت ناراض ہیں''۔

آغا صاحب نے ٹھیٹھ پنجابی میں جواب دیا:

'' کی کرئے گا۔ رسالہ بند کردئے گا، پریس سیل کردئے گا، اَسی پاناں سگٹاں دی دکان کھول لاں گے''۔

==

سیاستدان: جہاں قوموں کی آبرو نیلام ہوتی ہے، وہاں ان کی منڈی سجتی ہے۔ ان کے پہلو میں دل نہیں ہوتا...... ان سے بڑھ کر انسانی قسمتوں سے کھیلنے والے پوری تاریخ انسانی میں ناپید ہیں، ان الفاظ کا کوئی لغات نہیں جو سیاستدان بولتے ہیں؟ سیاست دانوں کی مثال سمندر کے پانی کی سی ہے، ٹھاٹھیں مارتا ہوا لیکن نہ پینے کے لائق، نہ کھانے کے قابل اور نہ اس سے کھیتوں کی آبیاری ہوسکتی ہے''۔

بازیچہ اطفال: فلسفی نے کہا...... دنیا میں ہر شخص ایک دوسرے سے کھیلتا ہے۔ مستفسر نے سوال کیا...... وہ کیونکر؟ فلسفی نے کہا...... امراء غرباء سے سے کھیلتے ہیں، دولت عصمت سے کھیلتی ہے، رہنما قوم سے کھیلتے ہیں، عیاش جوانی سے کھیلتے ہیں ،ایڈیٹر قلم سے کھیلتے ہیں، خطیب الفاظ سے کھیلتے ہیں۔ الغرض ثریا سے ثریٰ تک کھیل ہی کھیل ہے...... فرق صرف اتنا ہے کہ بعض کھیل المیہ ہوتے ہیں، بعض طربیہ...... اور طلوع و غروب کے ان ذہنی سلسلوں کا نام ہی مشیت ایزدی کے ہاں بازیچۂ اطفال ہے''۔

(اقتباس ''قلم قتلے'' از شورش کاشمیریؒ)